قسط نمبر ۳

فرائضی تحریک کا تاریخی تجزیہ *

ڈاکٹر معین الدّین ـــــــــ ترجمہ: ثروت خان

فرائضی نظریات

فرائضی تحریک کا پروگرام آغاز سے آج تک زیادہ تر مذہبی نوعیت کا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دودو میاں کے سماجی اور معاشی پروگرام کی بدولت تحریک کو مزید تقویت ملی اور اس کی وجہ سے تحریک کو مشرقی پاکستان اور آسام کے کچھ حصوں کے عوام کی تائید حاصل ہوگئی لیکن تحریک کے سرگرم کارکنوں نے مذہبی پہلو کی اہمیت کبھی بھی کم نہیں ہونے دی۔

اس حقیقت سے سب واقف ہیں کہ فرائضی حنفی مسلک پر کاربند تھے اور یہ وہ فقہی مسلک ہے جس سے مشرقی بنگال اور آسام کے تقریباً تمام مسلمان وابستہ ہیں۔ لیکن فرائضیوں کی تجدید و احیائے اسلام کے کام میں کچھ ایسے امتیازی پہلو بھی تھے جن کی وجہ سے فرائضی اپنے عقائد اور عمل میں باقی مسلمانوں سے اختلاف رکھتے تھے۔ ان کے اس امتیازی پہلو کی بنیاد پانچ اصولوں پر تھی۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ فرائضی تحریک شروع کرنے سے حاجی شریعت اللہ کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی اصلی تعلیمات کو رواج دیا جائے اور مسلمان معاشرے کو توہمات پر مبنی رسوم و قیود سے آزاد کیا جائے۔ اس سلسلے میں ان کا اوّلین طرزِ عمل یہ تھا کہ سب سے پہلے وہ مسلمانوں کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی تلقین کریں۔ کیونکہ یہ عمل ان کے خیال میں روح کی پاکیزگی اور تطہیر کے لئے ضروری تھا۔ تحریک کا یہ طرزِ عمل اصولِ توبہ کے نام سے مشہور ہے۔ توبہ استغفار کے بعد انھوں نے لازمی قرار دیا کہ ان کے پیرو فرائض پر سختی سے عمل کریں۔ چنانچہ فرائض کی

---

* حوالہ کے لئے دیکھئے "فکر و نظر" کا شمارہ مارچ ۱۹۷۰ء

پابندی پر زور دینے کی وجہ ہی سے اس تحریک کا نام فرائضی پڑا۔ سوم یہ کہ توحید کے قرآنی تصوّر پر سختی سے عمل کیا جائے اور اس عقیدہ سے متصادم ہونے والے تمام عقائد و رسوم و رواج ترک کر دیئے جائیں۔ چہارم یہ کہ فرائضی جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے اجتماعی طور پر ادا کرنے کے مسئلہ پر بنگال کے دوسرے مسلمانوں سے اختلاف رکھتے تھے اور پنجم یہ کہ انھوں نے ان تمام عوامی رسوم و تقریبات کو جن کی بنیاد قرآن و سنت پر نہیں تھی بدعت اور گناہ قرار دے کر ختم کر دیا۔ فرائضیوں کے ان اصولوں کی مزید تشریح ذیل میں پیش کی جاتی ہے :-

(۱) توبہ | بقول حاجی شریعت اللہ توبہ سے مراد پچھلے گناہوں پر ندامت اور آئندہ گناہ کے کاموں سے پرہیز کرنے کا عہد کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے ایک سادہ طریقہ نکالا تھا جس کے تحت فرائضی تحریک میں شامل ہونے والے حاجی صاحب کے سامنے بیٹھ کر اپنی بنگالی زبان میں توبہ کرتے تھے۔ ندامت و استغفار کا یہ طریقہ صوفیہ کی دستی بیعت کے برخلاف اقراری بیعت کہلاتا تھا۔ کیونکہ دستی بیعت کے تحت پیر اپنا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھتا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ اس طرح مرید اپنے پیر سے برکت حاصل کر لیتا تھا۔ حاجی شریعت اللہ نے مسلمان صوفیہ کے بعض دوسرے طریقے بھی نہیں اپنائے۔ خصوصاً وہ مروجہ دستور جس میں پیروں کی حد سے زیادہ تعظیم کی جاتی ہے اور مزارات سے انتہائی عقیدت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اپنی اصلاحی تحریک اور مسخ شدہ تصوف میں فرق کرنے کے لئے وہ پیر اور مرید کی اصطلاح استعمال کرنے کے بجائے اپنے لئے استاد کی اور پیر کے لئے شاگرد کی اصطلاح استعمال کرتے تھے۔[۱]

اس طرح جو شخص فرائضی تحریک میں شامل ہو جاتا وہ توبار مسلمان یا مومن کہلاتا تھا اور اس کو ہر لحاظ سے دوسرے فرائضیوں کے برابر حقوق حاصل ہوتے تھے۔ مختصر یہ کہ حاجی شریعت اللہ کی اصلاحی تحریک میں توبہ کو دروازہ کی حیثیت حاصل تھی۔

(۲) فرائض | فرائض پر عمل کرنا فرائضی تحریک اصلاح کا بنیادی اصول تھا۔ اور اسی وجہ سے تحریک کا نام ہی فرائضی پڑ گیا۔ فرائض سے ان کی مراد وہ تمام کام تھے جن کو کرنے کا اللہ و رسولؐ نے حکم دیا ہے مگر حاجی صاحب ان میں زیادہ زور حسب ذیل پانچ ارکان اسلام پر دیا کرتے تھے۔ (۱) کلمہ توحید کا اقرار (۲) پانچ وقت کی نماز (۳) رمضان کے روزے (۴) زکوٰۃ ادا کرنا اور (۵) مکہ جا کر حج کرنا۔ فرائضی پوتھی "در محمد" میں ان ارکان اسلام کو باغ اسلام کے درخت کی جڑ، شاخ اور پھول کہا گیا ہے جس سے شہد کی مکھیاں رس چوستی ہیں اور جس پر بلبل بیٹھ کر نغمے گاتی ہے۔ ان کے نزدیک باقی فرائض کی حیثیت درخت کی

بے شمار چھوٹی چھوٹی ٹہنیوں اور پتوں کی ہے جو باغ کی صرف خوبصورتی اور زینت ہی کا باعث نہیں بلکہ باغ کی افادیت و تکمیل کا بھی باعث ہیں۔ اسلامی عقائد کے مطابق پہلے تین ارکان اسلام کا اطلاق امیر اور غریب دونوں پر یکساں ہوتا تھا اور آخری دو کا اطلاق صرف دولت مندوں پر ہوتا تھا[2]

(۳) توحید | حاجی شریعت اللہ چونکہ اسلامی احیاء کے داعی تھے اس لئے انھوں نے سب سے زیادہ زور توحید کے سیدھے سادے قرآنی تصور کی اہمیت پر دیا۔ وہ توحید کی مروجہ تشریح و توضیح سے مطمئن نہیں تھے جس میں صرف اللہ کی لفظی وحدانیت پر زور دیا جاتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ایمان کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ (الف) یہ کہ خدا کے ایک ہونے پر ایمان لایا جائے اور اس پر عملی زندگی میں سختی سے پابندی کی جائے (ب) کسی کو خدا کا شریک بنانے سے احتراز کیا جائے۔ لہذا انھوں نے اس پر زور دیا کہ توحید کا تصور صرف نظریاتی نوعیت کا نہیں بلکہ یہ ایک ایسا تصوّر ہے جس پر روزمرّہ کی زندگی میں عمل ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حاجی شریعت اللہ نے ہر ایسے اعتقاد یا عمل کو جس میں کفر، شرک یا بدعت کی ذراسی بھی مشابہت پائی جاتی، عقیدۂ توحید اور اسلام کے خلاف قرار دیا۔[3]

اس وضاحت کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ توحید کے فرائضی تصوّر کا مقصد مسلمانوں کے معاشرے کو تمام غیر اسلامی اثرات سے پاک کرنا تھا۔ جیمز ٹیلر کے مطابق جو حاجی شریعت اللہ کا ہمعصر تھا وہ فرائضی قرآن پر حرف بحرف عمل کرنے کے دعوے دار تھے اور ان تمام رسوم و رواج کے خلاف تھے جو قرآن کی رو سے جائز نہیں[4] ایچ۔ بیوریج نے فرائضی تحریک کو ایک قسم کی سیدھی سادی مذہبی تحریک کہا ہے جس کا مقصد پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو زندہ کرنا تھا[5] توحید سے متعلق فرائضیوں کے اس تصور کی وجہ سے ہمیں فرائضی تحریک اور عرب کی تحریک موحدین میں جسے وہابی تحریک بھی کہا جاتا ہے بڑی مشابہت نظر آتی ہے۔

(۴) جمعہ اور عیدین کی نماز | فرائضیوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان سب سے نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ فرائضیوں نے بنگال میں برطانوی اقتدار کے زمانے میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں موقوف کر دی تھیں۔ یقیناً یہ فیصلہ سیاسی نوعیت کا تھا لیکن چونکہ حاجی شریعت اللہ طاقتور برطانوی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے اس کی اہمیت کے ثبوت میں ایک خالص مذہبی دلیل یہ پیش کی کہ فقہ حنفی کی رو سے اجتماعی نمازیں مصر الجامع یا ایسے آئینی شہر کے علاوہ جہاں ایک مسلم حکمران

کا مقرر کیا ہوا امیر اور قاضی رہتا ہو کسی دوسری جگہ ادا نہیں کی جا سکتیں اور بظاہر اس قسم کا کوئی آئینی شہر برطانوی حکومت کے زمانے میں بنگال میں موجود نہیں۔ لہٰذا جمعہ اور عیدین کی نمازیں بنگال میں جائز نہیں ؎ یہ نمازیں فرائضیوں نے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد پڑھنا شروع کیں۔؎

(۵) **مروجہ رسوم اور تقریبات کی مذمت** حاجی شریعت اللہ نے توبہ اور توحید کا جو تصوّر پیش کیا اس کا تقاضا تھا کہ ایسے اعمال اور عقائد سے پرہیز کیا جائے جن کا تصوّر توحید سے متصادم ہوتا ہو چنانچہ حاجی شریعت اللہ نے بہت سے رسم و رواج اور تقریبیں ختم کر دیں۔ انھوں نے ذات پات کے فرق کو بھی ختم کر دیا۔ حاجی شریعت اللہ مسلمانوں کے درمیان ذات پات کے فرق کو بڑی تشویش کی نظر سے دیکھتے تھے انھوں نے ذات پات کے امتیاز کی سختی سے مذمت کی اور اس کو گناہ قرار دیا کیونکہ یہ چیز قرآن کی روح کے خلاف تھی۔ انھوں نے تمام مسلمانوں کی اخوت پر بار بار زور دیا اور اس کی وجہ سے ان کو اور ان کی تحریک کو لاکھوں عوام کی تائید حاصل ہونے میں مدد ملی ؎ مشرقی پاکستان کے مسلم معاشرے میں ذات پات کے امتیاز کا بالآخر جو خاتمہ ہوا اس کی سب سے بڑی وجہ شاید حاجی شریعت اللہ کی یہی تعلیم تھی۔

سماجی تنظیم

مذکورہ بالا خصوصیتوں کی وجہ سے فرائضی تحریک شروع ہی سے ایک منفرد تحریک ہو گئی تھی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ان نظریات کی وجہ سے تحریک کے حامیوں میں مفاد کی ہم آہنگی بڑھتی گئی اور انھوں نے متحد ہو کر ایک برادری کی شکل اختیار کر لی۔ ہندو زمینداروں نے فرائضی کسانوں پر جو سختیاں کیں وہ بھی فرائضی تحریک کے حامیوں میں اتحاد اور یک جہتی کا باعث ہوئیں۔ اتحاد و یک جہتی کے اس عمل میں دودو میاں نے مرکزی کردار ادا کیا۔

فرائضی معاشرے کی تنظیم کے وقت دودو میاں کے پیش نظر دو مقاصد تھے۔ (۱) فرائضی کسانوں کو ہندو زمینداروں اور نیل کے کاشت کاروں کے مظالم سے نجات دلانا اور (۲) عوام کے لئے سماجی انصاف طلب کرنا۔ پہلا مقصد حاصل کرنے کے لئے انھوں نے لٹھ بند کسانوں پر مشتمل رضاکار تیار کئے اور ہنگامی حالات میں انہیں لڑنے کی تربیت دی۔ دوسرا مقصد حاصل کرنے کے لئے انھوں نے فرائضی قیادت میں قدیم پنچائتی نظام کی تجدید کی۔ اوّل الذکر صورت کو سیاسی شعبہ اور دوسری کو دینی شعبہ قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ دونوں شعبے ایک مذہبی نظام خلافت میں ضم کر دیئے گئے۔

فرائضی نظام خلافت کو اس طرح قائم کیا گیا تھا کہ تمام فرائضی دودو میاں کے باختیار نمائندوں کے کنٹرول میں آجائیں۔ خلافت کے اس نظام کی سربراہی دودو میاں کے ہاتھ میں تھی جو خود کو استاد کہتے تھے۔ انھوں نے جو خلیفہ مقرر کئے ان کے تین درجے تھے۔ پہلا اعلی یا اپر استھا خلیفہ، دوسرا سپرنٹنڈنٹ خلیفہ اور تیسرا حلقہ یا شہر خلیفہ جو ایک حلقہ یا شہر کا خلیفہ ہوتا تھا۔

دودو میاں نے اس مقصد کے لئے فرائضی بستیوں کو تین سو سے پانچ سو خاندانوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر اکائی پر ایک حلقہ خلیفہ نامزد کیا تھا۔ دس یا زیادہ اکائیوں کا ایک گردیا حلقہ ہوتا تھا جو ایک سپرنٹنڈنٹ خلیفہ کے تحت ہوتا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ خلیفہ کو ایک چپراسی اور ایک پیادہ یا محافظ دیا جاتا تھا جو ایسے کاموں پر بھیجا جاتا تھا جن کا مقصد ایک طرف سپرنٹنڈنٹ خلیفہ اور حلقہ خلیفہ کے درمیان اور دوسری طرف اُن کے یعنی استاد کے درمیان رابطہ قائم کرنا ہوتا تھا۔ اوپر استھا خلفاء کی حیثیت استاد کے مشیروں کی ہوتی تھی۔ اور وہ ان کے پاس بہادر پور میں رہتے تھے جہاں دودو میاں اقامت پذیر تھے اور جو فرائضی تحریک کا مرکز تھا۔[9]

یونٹ کا خلیفہ اپنے یونٹ کے رہنما کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ اس کا کام مذہبی تعلیم عام کرنا، مذہبی واجبات نافذ کرنا، مساجد کی دیکھ بھال، لوگوں کے اخلاق و کردار کی نگرانی اور اہل الرائے کے مشورے سے عدالتی فیصلے کرنا ہوتا تھا۔ قرآن کی تعلیم اور بچوں کی ابتدائی تعلیم بھی اس کی ذمہ داریوں میں سے تھی۔ سپرنٹنڈنٹ خلیفہ کا سب سے بڑا فرض یونٹوں کے خلفاء کے کاموں کی نگرانی ہوتا تھا۔ وہ اپنے گردیا حلقہ کے فرائضیوں کی فلاح و بہبود، مذہبی فرائض کی تبلیغ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یونٹ کے خلفاء کے فیصلوں کے خلاف عدالت مرافعہ کی حیثیت سے فرائض انجام دیتا تھا۔ ایسے مقدموں میں وہ اپنے گرد کے یونٹ خلفاء کی کونسل میں بیٹھ کر مقدموں کی سماعت کرتا تھا۔ تمام مذہبی اور سیاسی امور میں دودو میاں کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوتا تھا۔ کیونکہ استاد کی حیثیت سے بھی وہ آخری عدالت مرافعہ کا فرض انجام دیتے تھے۔[10]

جیمز وائز نے اس کی تصدیق کی ہے کہ مشرقی بنگال کی ان پنچایتوں کا لوگوں پر اور فرائضیوں کے دیہات پر بڑا اثر تھا کیونکہ وہ ہر قسم کی بدعنوانیوں کی طرف توجہ دیتے تھے اور بہت کم ایسا ہوتا کہ تشدد یا مار دھاڑ کا کوئی مقدمہ سرکاری عدالتوں میں جاتا۔ وہ لکھتا ہے کہ دودو میاں جھگڑوں کا تصفیہ کرتے تھے اور ہر اس شخص کے خلاف جو قرض کی واپسی کا مقدمہ ان کے سامنے پیش کرنے کی بجائے منصف کی عدالت میں لے جائے

کی جرأت کرتا فوری کارروائی کرتے تھے۔ وہ اسے سزا دیتے تھے خواہ وہ شخص ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی [11]

دودو میاں کے بیٹے نیاماں کے متعلق نوین چندر اسین نے لکھا ہے کہ مشرقی بنگال کے کاشت کاروں کی اکثریت خصوصاً ضلع فرید پور کی اکثریت فرائضی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔" وہ لوگ نیامیاں کے حکم کو وحی الٰہی کی طرح تسلیم کرتے ہیں اور یہی محکومانہ تسلیم و اطاعت کا نمونہ تاریخ انسانیت میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔" وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ مداری پور سب ڈویژن میں نیامیاں نے برطانوی حکومت کے اندر اپنی متوازی ریاست قائم کر لی ہے۔" ہر گاؤں میں انھوں نے ایک سپرنٹنڈنٹ اور ایک پیادہ مقرر کر رکھا ہے جس کے ذریعہ وہ فرائضیوں کو قابو میں رکھتے ہیں۔ گاؤں کا کوئی مقدمہ سپرنٹنڈنٹ کی اجازت کے بغیر دیوانی یا فوجداری عدالت میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔" [12] مختصر یہ کہ فرائضی نظام خلافت ایک ٹھوس تنظیم تھی اور بندوبست دوامی کے بنیا زمینداروں کے مذموم منصوبوں کو ناکام بنانے میں اس تنظیم نے حیرت انگیز خدمت انجام دی۔

مساوات اور اخوت

دودو میاں نے فرائضی معاشرے کی بنیاد مساوات اور اخوت پر رکھی تھی۔ جیمز وائز نے یہاں تک لکھا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی مساوات کے قائل تھے اور ان کی تعلیم تھی کہ سب سے غریب اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ بھی اعلیٰ اور رئیس طبقہ کے لوگوں کی طرح بھلائی کے مستحق ہیں۔ ان کے نزدیک تمام انسان بھائی بھائی تھے اور وہ کہتے تھے کہ" جب ایک بھائی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اس کے پڑوسیوں کا فرض ہے کہ وہ اس کی مدد کریں۔" [13] سرکاری رپورٹوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ فرائضیوں کے درمیان مساوات پر بار بار زور دیا جاتا تھا۔ [14] جیمز وائز نے یہ بھی لکھا ہے کہ دودو میاں نے اپنی برادری کی فلاح و بہبود کے لئے ایک مشترکہ فنڈ بھی قائم کیا تھا۔ [15]

فی الحقیقت دودو میاں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ انھوں نے قرآن کی اس آیت کی پیروی کرتے ہوئے کہ" زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے۔" یہ اعلان کر دیا تھا کہ زمین اللہ کا عطیہ ہے اور انسان کو اس عطیہ الٰہی سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ لہٰذا زمین کاشت کار کی ہے۔ اور زمیندار کو کوئی ایسا ٹیکس لگانے کا حق حاصل نہیں ہے جو حکومت کے مقرر کردہ قانونی لگان کے علاوہ ہو۔ [16] لیکن چونکہ زمیندار کسانوں پر ظلم و ستم سے باز نہیں آتے تھے اس لئے انھوں نے کسانوں کو ترغیب دی کہ وہ ان خاص زمینوں پر آباد ہو جائیں جن کا انتظام براہ راست حکومت کرتی ہے۔

فرائضی تحریک کا یہ سماجی اور معاشی پہلو، جو اس کی مذہبی اصلاحات ہی کا نتیجہ تھا، فی الحقیقت نئے

زمیندار طبقہ کے مظالم کا مقابلہ کرنے کے لئے عوام کی ایک منظم کوشش تھی۔ اسی وجہ سے ایک طرف تو یہ تحریک زمینداروں اور نیل کے کاشت کاروں کے مظالم کے خلاف کسانوں کے شدت جذبات کا آئینہ تھی (جس نے بعد میں بنگال میں کسان ایجی ٹیشن کی شکل اختیار کر لی۔) اور دوسری طرف وہ عوام کے اندر ہی سے ایک قسم کی مؤثر قیادت کو ظہور میں لانے کی کوشش تھی۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جس طرح فرائضی تحریک کا مذہبی پروگرام اپنی اصلاح آپ کرنے کی ضرورت کے تحت عمل میں آیا۔ اسی طرح اس تحریک کا سماجی اور معاشی پروگرام اس لئے ظہور میں آیا کہ بنگال کے مسلم معاشرہ کے نچلے طبقہ میں سماجی اور معاشی قیادت کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔

حوالہ جات

۱ ملاحظہ کیجئے میری کتاب "بنگال میں فرائضی تحریک کی تاریخ" (انگریزی) کراچی ۱۹۶۵ء
حصہ دوم۔ باب ششم صفحہ ۶۱ - ۶۳

۲ ایضاً صفحہ ۶۳-۶۵ ۳ ایضاً صفحہ ۶۵ - ۶۷

۴ جیمز ٹیلر کی کتاب A SKETCH OF THE TOPOGRAPHY AND STATISTICS OF PACCA مطبوعہ کلکتہ ۱۹۴۰ء۔ صفحہ ۲۴۹

۵ ایچ۔ بیوریج کی کتاب THE DISTRICT OF BAKARGANJ, ITS HISTORY AND STATISTICS مطبوعہ لندن ۱۸۷۶ء۔ صفحہ ۲۵۴

۶ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "فرائضی تحریک کی تاریخ" (انگریزی) حصہ دوم باب ششم صفحہ ۶۷-۸۰

۷ ایضاً۔ ضمیمہ نمبرا صفحہ ۱۴۱-۱۴۸ ۸ ایضاً۔ حصہ دوم۔ باب ششم صفحہ ۸۰ - ۸۸

۹ ایضاً۔ حصہ دوم باب ہشتم صفحہ ۱۰۴ H ۱۰ ایضاً صفحہ ۱۰۶ H

۱۱ جیمز وائز کی کتاب NOTES ON THE RACES CASTES AND TRADES OF EASTERN BENGAL مطبوعہ لندن ۱۸۸۴ء۔ صفحہ ۳۴-۳۵

۱۲ امار جیون از نوین چندر اسین مطبوعہ کلکتہ B.S. ۱۳۱۷ جلد سوم صفحہ ۱۴۹

۱۳ جیمز وائز OP-CIT صفحہ ۲۴

۱۴ SELECTIONS FROM THE RECORDS OF THE BENGAL GOVT. VOL. XIII, TRIAL OF AHMEDULLAH P. 141

۱۵ جیمز وائز OP. CIT صفحہ ۲۴ ۱۶ ایضاً ۱۷ ایضاً